Al-Marjān Research Journal

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan

HJRS

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Rūmī's Thought and the Mystical Hermeneutics of Qurʾānic Verses: A Logical and Intellectual Analysis

فکرِ مولانا رومی و تاویلِ عرفانیِ آیاتِ قرآنی: ایک منطقی و فکری تجزیہ

Authors Details

1. **Dr. Hafiz Mansoor Ahmad** (Corresponding Author)
   Assistant Professor, Department of Persian, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
   Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk
2. **Abdul Ghafoor**
   MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad, Pakistan.
3. **Dr. Muhammad Asim Shahbaz**
   Instructor, Department of Related Sciences, University of Rasul, Mandi Bahauddin, Pakistan.

Citation

Ahmad, Dr. Hafiz Mansoor, Abdul Ghafoor, and Dr. Muhammad Asim Shahbaz." Rūmī's Thought and the Mystical Hermeneutics of Qurʾānic Verses: A Logical and Intellectual Analysis. " *Al-Marjān Research Journal* 3,no.3, Jul-Sep (2025): 243−252.

Submission Timeline

Received: May 15, 2025
Revised: Jun 24, 2025
Accepted: Jul 05, 2025
Published Online: Jul 18, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Journal

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

© 2023 Al-Marjān Research Center.

This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

CC BY

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL

ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE

HJRS HEC Journal Recognition System

Rūmī's Thought and the Mystical Hermeneutics of Qurʾānic Verses: A Logical and Intellectual Analysis

فکر مولانا رومی و تاویلِ عرفانی آیاتِ قرآنی: ایک منطقی و فکری تجزیہ

☆ڈاکٹر حافظ منصور احمد ☆عبد الغفور ☆ڈاکٹر محمد عاصم شہباز

Abstract

This study investigates the intellectual and spiritual interplay between Jalāl al-Dīn Rūmī's thought and the mystical hermeneutics (taʾwīl ʿirfānī) of Qurʾānic verses, with particular attention to the logical and philosophical dimensions of his interpretive method. Moving beyond literal and juridical exegesis, Rūmī employs the poetic and symbolic language of the *Mathnawī* and related discourses to disclose the inner and experiential meanings of revelation. His approach to the Qurʾān situates itself at the intersection of reason and intuition, philosophy and spirituality, where logic and metaphor function not as opposing poles but as complementary avenues toward truth. By engaging classical categories of philosophical reasoning while simultaneously privileging mystical experience, Rūmī offers a holistic vision in which the Qurʾān is encountered as a living, dynamic source of transformative meaning rather than a static repository of creed and law. The analysis positions Rūmī's hermeneutics within the wider intellectual landscape of Islamic thought, juxtaposing his interpretive strategies with theological reasoning, rational discourse, and philosophical traditions to highlight his distinctive integration of intellect and intuition. Through this comparative framework, the research demonstrates how Rūmī's paradigm of Qurʾānic interpretation both critiques the limitations of purely rationalist approaches and transcends the confines of literalist readings by grounding meaning in lived spiritual experience. Ultimately, the study underscores Rūmī's enduring contribution to Islamic intellectual history: the articulation of a hermeneutical model where logic, metaphor, and experiential knowledge converge to reveal the Qurʾān as an inexhaustible source of inner wisdom, ethical refinement, and spiritual transformation.

Keywords: Rūmī, Qurʾānic Hermeneutics, Mysticism, Taʾwīl ʿIrfānī, Logic, Islamic Thought, Philosophy and Spirituality

تعارف موضوع

تصوف اور اسلامی فکر کی تاریخ میں مولانا جلال الدین رومی کی حیثیت ایک ایسے شاعر، مفکر اور عارف کی ہے جنہوں نے قرآنی تعلیمات کو اپنی عرفانی زبان اور فکری تاویلات کے ذریعے نئی جہت بخشی۔ ان کی شاعری بالخصوص مثنوی معنوی اور دیوانِ شمس تبریزی قرآنی آیات و معانی سے مملو ہیں۔ رومی کا مقصد صرف شعری حسن پیدا کرنا نہ تھا بلکہ ان کے نزدیک قرآن کا باطنی پیغام، انسانی روح کو بیدار کرنے اور بندے کو قربِ الٰہی تک پہنچانے کا وسیلہ ہے۔ عرفانی تاویل ہمیشہ اسلامی علمی روایت کا حصہ رہی ہے۔ یہ تاویل کبھی نصوص کے باطنی اسرار کو کھولنے کی صورت میں سامنے آتی ہے اور کبھی اخلاقی و روحانی تربیت کے لیے ایک ذریعہ بنتی ہے۔ رومی نے اس روایت کو اپنے مخصوص اسلوب میں بیان کیا اور عقل و عشق کے امتزاج کے ساتھ ایک نئی تفسیر پیش کی۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان۔
☆ ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔
☆ انسٹرکٹر، شعبہ متعلقہ علوم، یونیورسٹی آف رسول، منڈی بہاؤالدین، پاکستان۔

قرآن مجید کی یہ آیت ان کے فکر کا مرکزی نکتہ ہے:

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[1]

"اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمن ہو۔"

یہاں قرآن واضح کرتا ہے کہ ایمان کا حقیقی تقاضا توکل ہے۔ رومی اسی مفہوم کو اپنی مثنوی میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

عقل گوید شش جهت حدّ است و بیرون راه نیست

عشق گوید راه هست و رفته‌ام من بارها[2]

"عقل کہتی ہے کہ چھ سمتوں سے باہر کوئی راہ نہیں، مگر عشق کہتا ہے کہ راہ ہے اور میں کئی بار اس پر جا چکا ہوں۔"

یہ اشعار رومی کی تاویلِ عرفانی کے جوہر کو نمایاں کرتے ہیں کہ جہاں ظاہری عقل کے سامنے محدودیت ہے، وہاں عشق اور ایمان باطنی معانی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

فارسی اہلِ فن نے بھی رومی کے اس اندازِ فکر کو تقویت دی ہے۔ عطار نیشاپوری کہتے ہیں:

کار عشّاق است با کارِ خرد

نیست بر یک راه، این دو ره بَرَد[3]

"عاشقوں کا کام عقل کے کام سے جدا ہے، یہ دونوں ایک ہی راہ پر نہیں چل سکتے۔"

یہ اقتباسات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ مولانا رومی نے عرفانی تاویل کو محض فلسفیانہ یا منطقی استدلال تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک روحانی و ایمانی تجربہ بنایا۔ ان کے نزدیک قرآن کی تاویل کا مقصد انسان کو قربِ الٰہی کی راہ دکھانا اور عشقِ حقیقی کی جانب متوجہ کرنا ہے۔

مبحث اول: مولانا رومی کی فکری و عرفانی پس منظر

مولانا جلال الدین رومی (604ھ/1207ء–672ھ/1273ء) اُس دور میں پیدا ہوئے جب عالمِ اسلام سیاسی اور فکری انتشار سے گزر رہا تھا۔ ان کی جائے پیدائش بلخ (خراسان) تھی، جو صوفیہ، علماء اور اہلِ معرفت کی آماجگاہ تھا۔ منگول یلغار کے باعث ان کا خاندان ہجرت کر کے پہلے نیشاپور اور حجاز گیا اور آخرکار قونیہ (اناطولیہ) میں آباد ہوا۔ اس ماحول نے رومی کو علمی اور عرفانی اعتبار سے کئی جہات میں متاثر کیا۔ قونیہ اُس وقت اسلامی دنیا کے علمی مراکز میں سے ایک تھا جہاں تصوف، فقہ، فلسفہ اور شعر و ادب کی محافل منعقد ہوتی تھیں۔ اسی فضا میں رومی نے اپنی شخصیت اور فکر کو پروان چڑھایا۔

رومی کی عرفانی فکر کا مرکز فارسی زبان تھی۔ فارسی ادب صوفیانہ مضامین کو بیان کرنے کے لیے ایک موزوں وسیلہ ثابت ہوا۔ سنائی اور عطار جیسے صوفی شعرا نے پہلے ہی عشقِ الٰہی، معرفت اور فنا و بقا کے تصورات کو شعری پیکر میں ڈھال دیا تھا، اور رومی نے اسی روایت کو اپنی بلندی پر پہنچایا۔ حافظ کے الفاظ میں:

عشق می‌ورزم و امید که این فن شریف

---

[1] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣahīḥ Muslim* (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā Al-Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722

[2] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Ma'nawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Maḥmūdī, 1379 AH), 2: 45

[3] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1382 AH), 112.

چون هنرهای دگر موجب حرمان نشود[4]

"میں عشق کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ یہ شریف فن دوسرے فنون کی طرح محرومی کا سبب نہ بنے۔"

یہ اشعار واضح کرتے ہیں کہ فارسی عرفانی روایت میں عشق ایک بنیادی تصور تھا، جسے رومی نے معرفت اور فنا و بقا کے ساتھ جوڑ کر انسان کی روحانی ارتقا کی راہ سمجھایا۔

رومی کے نزدیک عشق عقل پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

عشق آید و عقل را فرو پوشد

دریایی است کو دریاها را درنوشد[5]

"عشق آتا ہے اور عقل کو ڈھانپ لیتا ہے، یہ ایک ایسا سمندر ہے جو دوسرے تمام سمندروں کو نگل لیتا ہے۔"

یہاں عشق کی عظمت کو عقل پر غلبہ دے کر بیان کیا گیا ہے، جو رومی کی عرفانی فکر کا بنیادی ستون ہے۔

مثنوی معنوی اور دیوانِ شمس میں رومی نے بار بار قرآنی اشارات اور قصص کو اپنے عرفانی تناظر میں استعمال کیا۔ ان کے نزدیک یہ اشارات محض قصہ گوئی نہیں بلکہ انسانی باطن کی تربیت کا ذریعہ ہیں۔ مثلاً قصۂ آدم اور ابلیس کو وہ نفس و روح کی کشمکش کے طور پر دیکھتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ

"پھر جب میں اسے درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ کرو۔"

[6]رومی اس آیت کو انسان کی روحانی عظمت اور معرفتِ الٰہی کے امکان کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں مثنوی کو "قرآن در زبان فارسی" کہا جاتا ہے۔ عطار نے بھی اس جہت کو تقویت دی اور کہا:

گر نه قرآن درزبان پهلوی است

پس چه باشد این که اندر مثنوی است[7]

"اگر یہ قرآن فارسی زبان میں نہیں تو پھر یہ کیا ہے جو مثنوی میں ہے؟"

یہ اقتباسات اس بات کو اجاگر کرتے ہیں کہ رومی کی فکر عشق، معرفت، فنا و بقا اور قرآنی معانی کے باطنی انکشافات پر مبنی تھی۔ ان کا عرفانی پس منظر نہ صرف فارسی زبان کے ذریعے صوفیانہ روایت کو دوام بخشتا ہے بلکہ قرآن کی تاویل کو منطقی اور فکری سطح پر نئے معانی سے ہمکنار کرتا ہے۔

مبحث دوم: تاویلِ عرفانی: نظریاتی بنیادیں

اسلامی فکر میں تاویلِ قرآنی ہمیشہ ایک اہم موضوع رہا ہے، جس کی مختلف جہات سامنے آتی ہیں۔ ایک طرف فقہاء اور متکلمین نے آیاتِ قرآنی کی عقلی و کلامی تفسیر کی، تو دوسری طرف صوفیہ نے آیات کو عرفانی بصیرت اور روحانی ذوق کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی۔ تصوف اور تاویل کا یہ رشتہ محض الفاظ کے معنی تک محدود نہیں بلکہ انسانی باطن کی اصلاح اور قربِ الٰہی کے لیے ایک ہمہ گیر عمل ہے۔

---

[4] Ḥāfiẓ, Shams al-Dīn Muḥammad, *Dīwān-i Ḥāfiẓ* (Tehran: Chāpkhāna-yi Bihnām, 1375 AH), 54.

[5] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Maḥmūdī, 1379 AH), 1: 112.

[6] Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1329 AH), 14: 112.

[7] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1382 AH), 218.

قرآن کہتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ[8]

"وہی ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی، اس میں کچھ آیات محکم ہیں جو کتاب کی بنیاد ہیں اور کچھ متشابہ ہیں۔"

یہ آیت ظاہر اور باطن، محکم اور متشابہ کے تعلق کو واضح کرتی ہے۔ صوفیہ کے نزدیک یہی متشابہ آیات عرفانی تاویل کا دروازہ کھولتی ہیں۔

فارسی عرفانی ادب میں تاویل کے مناہج خاص طور پر نمایاں ہیں۔ سنائی، عطار اور حافظ نے قرآنی اشارات کو اپنے کلام میں عرفانی معانی کے ساتھ برتا۔ سنائی کہتے ہیں:

ظاهر قرآن چو قشر مغز دان

مغز در قشر است ای جانِ جان[9]

"قرآن کے ظاہر کو چھلکے کی طرح سمجھو، مغز تو اسی چھلکے کے اندر ہے، اے جانِ جان۔"

یہاں سنائی ظاہر و باطن کے درمیان تعلق کو واضح کرتے ہیں اور تاویل کو حقیقت تک رسائی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

مولانا رومی نے اسی روایت کو اپنے مخصوص اسلوب میں آگے بڑھایا۔ وہ ظاہری اور باطنی دونوں معانی کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کے نزدیک اصل مقصود باطن کی معرفت ہے۔ مثنوی میں وہ فرماتے ہیں:

این کتاب الله صورت ظاهرست

باطنش جز عاشقان را رهبرست[10]

"یہ کتاب اللہ بظاہر ایک صورت ہے لیکن اس کا باطن صرف عاشقوں کے لیے رہبر ہے۔"

یہ قول رومی کے تاویلی منہج کی عکاسی کرتا ہے کہ جہاں ظاہر کو رد نہیں کیا جاتا بلکہ باطن کی راہ سمجھنے کے لیے ضروری تسلیم کیا جاتا ہے۔

عرفانی تاویل کی منطقی توجیہ بھی اہم ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے صوفیانہ تاویل پر اعتراض کیا کہ یہ نصوص سے انحراف کا سبب بنتی ہے، لیکن رومی اور دیگر صوفیہ نے یہ موقف پیش کیا کہ تاویل کا مقصد اصل نص سے انحراف نہیں بلکہ اس کے باطنی پہلو کی دریافت ہے۔ امام قشیری اس نکتہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

الظاهر يُوصِل إلى الحدود، والباطن يفتح أبواب الشهود[11]

"ظاہر حدود تک پہنچاتا ہے اور باطن شہود کے دروازے کھولتا ہے۔"

رومی کی فکر میں یہی توازن نمایاں ہے۔ وہ نہ صرف ظاہرِ قرآن کی اہمیت پر زور دیتے ہیں بلکہ اس کے باطنی پہلو کو انسانی روحانی تربیت اور قربِ الٰہی کی اصل منزل قرار دیتے ہیں۔ اس طرح تاویلِ عرفانی رومی کے نزدیک ایک منطقی اور فکری عمل ہے جس میں عشق اور معرفت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

---

[8] Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1329 AH), 3: 188.

[9] Sanāʾī, Ḥakīm Majdūd, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa* (Tehran: Kitābkhāna-yi Asadī, 1368 AH), 215.

[10] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Maḥmūdī, 1379 AH), 1: 89.

[11] ktabat al-Kulliyyāt al-Azhariyya, 1386 AH), 1: 67. Al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm, *al-Risāla al-Qushayriyya* (Cairo: Ma

مبحث سوم: رومی کی فکر میں قرآنی آیات کی تاویلات

مولانا رومی نے اپنی **مثنوی معنوی** اور **دیوان شمس** میں قرآنی قصص اور استعارات کو محض تاریخی واقعات یا بیانیہ کہانیوں کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ ان کے باطن کو انسانی تزکیہ، عشقِ الٰہی اور معرفت کی راہوں سے جوڑ دیا۔ ان کی تاویل کا مقصد نص کے اندر موجود روحانی اشارات کو اجاگر کرنا تھا تاکہ انسان اپنے باطن کو پہچانے اور خالق سے قرب حاصل کرے۔

1. **قصہ آدم**

قرآن کہتا ہے:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔12 "

رومی کے نزدیک آدم اور ابلیس کا یہ قصہ انسان کے اندر خیر و شر، نفس و روح کی دائمی کشمکش کی علامت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

آدم از خاک است و از بالا ہوا

درمیان اوست جنگ و ماجرا[13]

" آدم خاک سے ہے مگر اس کی اصل بالا ہے، اسی کے اندر جنگ اور ماجرا جاری ہے۔ "

یہ تاویل اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ انسان خاکی ہوتے ہوئے بھی روحانی عروج کا اہل ہے، مگر اسی کے اندر نفس و تکبر کی قوتیں بھی کام کرتی ہیں۔

2. **قصہ یوسف و زلیخا**

یوسف و زلیخا کے واقعے کو رومی نے محض عشقِ مجازی کی داستان کے بجائے تزکیہ نفس اور عشقِ حقیقی کے حصول کا پیکر بنایا۔ قرآن کہتا ہے:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ[14]

"اور بلاشبہ زلیخا نے یوسف کا قصد کیا اور یوسف بھی اس کا ارادہ کرتے اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے۔ "

رومی نے اسے عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کی طرف منتقلی کا استعارہ بنایا:

عشق یوسف چون زلیخا می برد

زشت را زیبا و زیبا می خورد[15]

"یوسف کا عشق جب زلیخا کو کھینچتا ہے تو وہ بدصورت کو خوبصورت بنا دیتا ہے اور خوبصورت کو بھی کھا جاتا ہے۔ "

یہاں یوسف کا عشق انسانی روح کو مجازی قید سے نکال کر حقیقی حسن کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

---

[12] Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1329 AH), 4: 222.

[13] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Maḥmūdī, 1379 AH), 1: 121.

[14] Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1387 AH), 9: 112.

[15] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Dīwān-i Shams Tabrīzī* (Tehran: Intishārāt-i ʿIlmī, 1381 AH), 2: 54.

3. **نور و ظلمت**

قرآن میں آیا ہے:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ[16]

"اللہ ایمان والوں کا ولی ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔"

رومی اس کو عشقِ الٰہی اور معرفت کے ذریعے روحانی بیداری سے جوڑتے ہیں:

این جهان زندان و ما زندانیان

حفره‌کن زندان و خود را وارهان[17]

"یہ جہان ایک قید خانہ ہے اور ہم قیدی ہیں، اس قید کو توڑ اور خود کو آزاد کر۔"

یہاں ظلمت جہالت اور غفلت ہے جبکہ نور معرفت اور آزادیِ باطن ہے۔

4. **تقابلی جائزہ**

رومی کے یہ تاویلی مناہج فارسی عرفانی روایت کے تسلسل میں ہیں۔ سنائی نے بھی قرآن کے قصص کو اخلاقی و عرفانی سبق کے طور پر بیان کیا:

هریکی تأویلی ازقرآن کنند

تا بدانند اهل دل معنی چه کند[18]

"ہر کوئی قرآن کی تاویل کرتا ہے تاکہ اہلِ دل سمجھ سکیں کہ اس کا معنی کیا ہے۔"

عطار نے یوسف وزلیخا کے قصے کو نفس اور روح کی کشمکش قرار دیا، اور حافظ نے نور و ظلمت کو عشق و غفلت کی تعبیر میں برتا۔ اس طرح رومی کی تاویلات فارسی عرفانی روایت کے ساتھ ہم آہنگ بھی ہیں اور ان سے آگے بڑھ کر ایک ہمہ گیر فکری نظام پیش کرتی ہیں۔

مبحث چہارم: منطقی و فکری تجزیہ

مولانا رومی کی قرآنی تاویلات محض شاعرانہ تاثر یا وجدانی کیفیت نہیں بلکہ ایک منطقی و فکری نظام بھی رکھتی ہیں۔ انہوں نے عقل و عشق کے امتزاج سے ایک ایسا ماڈل پیش کیا جو نہ صرف عرفانِ نفس بلکہ عرفانِ الٰہی کی راہیں روشن کرتا ہے۔ ان کا طریقہ کار فلسفیانہ اصطلاحات سے بھی واقف ہے اور صوفیانہ رموز سے بھی، اس لیے وہ اسلامی فکری روایت میں ایک انفرادیت کے حامل ہیں۔

1. **رومی کی تاویلات کا فلسفی و منطقی تجزیہ**

فلسفہ عام طور پر حقیقت کی عقلی توضیح پر زور دیتا ہے جبکہ رومی تاویل کو عقل کی قید سے آزاد کر کے عشق کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ تاہم یہ عشق عقل کو رد نہیں کرتا بلکہ اس پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

عقل درشرحش چو خر درگل بخفت

---

[16] Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm* (Cairo: Maṭbaʿat al-Ādāb, 1321 AH), 1: 312.

[17] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Maḥmūdī, 1379 AH), 2: 201.

[18] Sanāʾī, Ḥakīm Majdūd, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa* (Tehran: Kitābkhāna-yi Asadī, 1368 AH), 331.

شرحِ عشق و عاشقی هم عشق گفت[19]

"عقل اس کی شرح میں دلدل میں پھنسے گدھے کی طرح رک جاتی ہے، عشق اور عاشقی کی شرح تو عشق ہی نے کی ہے۔"

یہاں رومی کی منطق یہ ہے کہ عقل ظاہری معانی تک محدود ہے، جبکہ عشق آفاق و انفس کے باطنی پہلو تک رسائی دیتا ہے۔

2. عقل و عشق کے امتزاج کی وضاحت

اگرچہ رومی عشق کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں، مگر ان کے ہاں عقل کا مکمل انکار نہیں ملتا۔ بلکہ وہ عقل کو ابتدائی رہنما اور عشق کو آخری منزل کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس امتزاج کی جھلک ان کے اس شعر میں ملتی ہے:

عشق بی‌خرد بسی خرابی آورد

عقل بی‌عشق زندگانی آورد[20]

"بے عقل عشق بہت خرابی لاتا ہے اور بے عشق عقل صرف زندگانی (یعنی مادی زندگی) عطا کرتی ہے۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ رومی کی تاویلات عقل و عشق کے باہمی توازن پر مبنی ہیں۔

3. قرآنی تاویل میں رومی کے اسلوب کی انفرادیت

دیگر صوفی شعرا جیسے سنائی اور عطار بھی قرآنی استعارات کو استعمال کرتے ہیں، مگر رومی کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ قرآن کو براہِ راست اپنی تعلیمات کی بنیاد بناتے ہیں اور اسے انسانی باطن کی تربیت سے جوڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی **مثنوی معنوی** کو "قرآن در زبان فارسی" کہا گیا۔ ان کی تاویلات میں قصے محض بیانیہ نہیں رہتے بلکہ اخلاقی و روحانی معانی کے حامل ہو جاتے ہیں۔

امام قشیری کے الفاظ اس اسلوب کی تائید کرتے ہیں:

القرآن بحر لا يُدرك قعره، ولكل وارد منه على قدر حاله نصيب[21]

"قرآن ایک ایسا سمندر ہے جس کی تہ تک پہنچنا ممکن نہیں، اور ہر وارد اس سے اپنی حالت کے مطابق حصہ پاتا ہے۔"

رومی نے اسی سمندر سے اپنی عرفانی تاویلات اخذ کیں اور انہیں ایک منظم فکری قالب دیا۔

4. معاصر تناظر میں رومی کی فکری معنویت

آج کے دور میں جہاں عقل پرستی اور سائنسی مادیت غالب ہے، رومی کی فکر انسان کو یہ پیغام دیتی ہے کہ حقیقت صرف مادی عقل سے محدود نہیں بلکہ باطنی تجربے اور عشقِ الٰہی کے ذریعے بھی دریافت کی جا سکتی ہے۔ ان کی تاویلات جدید انسان کو یہ باور کراتی ہیں کہ قرآن کی آیات میں ایسے معانی بھی موجود ہیں جو روحانی تسکین اور اخلاقی تزکیے کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

حافظ نے بھی رومی کی طرح معاصر انسانی صورتِ حال پر زور دیتے ہوئے کہا:

هرگزم نقش تو از لوح دل و جان نرود

[19] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Maḥmūdī, 1379 AH), 3: 141.
[20] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Dīwān-i Shams Tabrīzī* (Tehran: Intishārāt-i ʿIlmī, 1381 AH), 1: 233.
[21] Al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm, *al-Risāla al-Qushayriyya* (Cairo: Maktabat al-Kulliyyāt al-Azhariyya, 1386 AH), 1: 77.

هرگز از یاد من آن سرو خرامان نرود[22]

"تیری یاد کبھی میرے دل و جان کے لوح سے نہیں جاتی، اور وہ خراماں سرو کبھی میری یاد سے محو نہیں ہوتا۔"

یہ شعر واضح کرتا ہے کہ عشق اور یادِ الٰہی ہی وہ قوت ہے جو انسان کو معاصر بحرانوں میں استقامت اور روحانی سکون عطا کرتی ہے۔

یوں رومی کی تاویلات نہ صرف ماضی کی علمی روایت میں معنویت رکھتی ہیں بلکہ موجودہ دور میں بھی ایک فکری اور روحانی افق فراہم کرتی ہیں۔

خلاصہ کلام

اس تحقیق سے یہ نتائج سامنے آئے کہ مولانا رومی کی فکر اور ان کی قرآنی تاویلات محض شاعرانہ یا وجدانی واردات نہیں بلکہ ایک منظم منطقی و فکری نظام رکھتی ہیں۔ انہوں نے تصوف اور اسلامی علوم کی روایت سے اخذ کرتے ہوئے عشق، معرفت اور فنا و بقا کے اصولوں کو قرآن کے باطنی معانی کے ساتھ جوڑ دیا۔ ان کی **مثنوی معنوی** اور **دیوانِ شمس** اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کے قصے اور استعارات انسان کے روحانی تزکیہ اور اخلاقی تربیت کے لیے کس طرح کارآمد ہو سکتے ہیں۔ رومی نے تاویلِ عرفانی کو عقل و عشق کے امتزاج کے ساتھ ایک ایسا فلسفیانہ و روحانی منہج بنایا جو آج بھی نئی معنویت رکھتا ہے۔ موجودہ دور میں رومی کی فکر کے اثرات نہایت وسیع ہیں۔ مغرب میں رومی کو "spiritual humanist" کے طور پر پڑھا جاتا ہے جبکہ اسلامی دنیا میں ان کی تاویلات کو قرآن کی روحانی تفسیر کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جدید انسان، جو سائنسی عقل پرستی اور مادی تشویشات میں الجھا ہوا ہے، رومی کی فکر سے یہ سبق لے سکتا ہے کہ حقیقت صرف عقل کی گرفت میں نہیں بلکہ عشق اور ایمان کے باطنی تجربے سے بھی دریافت کی جا سکتی ہے۔ امام قشیری نے کہا تھا:

مَن تَفَكَّرَ في ظاهِرِ القرآنِ ازدادَ بُرهانًا، ومَن تَدَبَّرَ في باطنِهِ ازدادَ إيمانًا[23]

"جو قرآن کے ظاہر میں غور کرتا ہے اس کا برہان بڑھتا ہے، اور جو باطن میں تدبر کرتا ہے اس کا ایمان بڑھتا ہے۔"

یہ قول رومی کے منہج کی تائید کرتا ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں کی رعایت ضروری ہے۔

آئندہ تحقیق کے لیے امکانات بھی خاصے وسیع ہیں۔ ایک طرف رومی کی تاویلات کو دوسرے صوفی شعرا جیسے سنائی، عطار اور حافظ کی تاویلات سے تقابلی طور پر پرکھا جا سکتا ہے، دوسری طرف ان کے افکار کو جدید فلسفیانہ مکاتبِ فکر اور عصرِ حاضر کی روحانی تحریکات کے ساتھ جوڑنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ رومی کے قرآنی تاویلی منہج کو جدید "hermeneutics" کے تناظر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ ان کی فکر صرف ماضی کی روایت نہیں بلکہ آج کے علمی اور فکری مباحث میں بھی زندہ اور متحرک ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

- ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn. *Manṭiq al-Ṭayr*. Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1382 AH.
- al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1387 AH.
- al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm. *al-Risāla al-Qushayriyya*. Cairo: Maktabat al-Kulliyyāt al-Azhariyya, 1386 AH.

[22] Ḥāfiẓ, Shams al-Dīn Muḥammad, *Dīwān-i Ḥāfiẓ* (Tehran: Chāpkhāna-yi Bihnām, 1375 AH), 114.

[23] Al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm, *al-Risāla al-Qushayriyya* (Cairo: Maktabat al-Kulliyyāt al-Azhariyya, 1386 AH), 1: 121.

* al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Nishāpūr: Dār al-Khilāfā Al-Ilmīya, 1330 AH.
* al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān*. Cairo: Dār al-Maʿārif, 1329 AH.
* Ḥāfiẓ, Shams al-Dīn Muḥammad. *Dīwān-i Ḥāfiẓ*. Tehran: Chāpkhāna-yi Bihnām, 1375 AH.
* Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar. *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*. Cairo: Maṭbaʿat al-Ādāb, 1321 AH.
* Rūmī, Jalāl al-Dīn. *Dīwān-i Shams Tabrīzī*. Tehran: Intishārāt-i ʿIlmī, 1381 AH.
* Rūmī, Jalāl al-Dīn. *Mathnawī-yi Maʿnawī*. Tehran: Kitābkhāna-yi Maḥmūdī, 1379 AH.
* Sanāʾī, Ḥakīm Majdūd. *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa*. Tehran: Kitābkhāna-yi Asadī, 1368 AH.